© rasailojaraid.com

صرف دینی مدارس ہی کیوں؟

عرفان صدیقی

دینی مدارس ایک بار پھر سنگ زنی کی زد میں ہیں۔ یہ باور کرلیا گیا ہے کہ انتہا پسندی کے چشمے میں یہیں سے پھوٹتے اور دہشت گردی کے لشکر انہی چھاؤنیوں سے سفر آغاز کرتے ہیں۔ کسی کے پاس اس بدگمانی کی کوئی دلیل ہے نہ جواز، شہادت ہے نہ ثبوت۔ لیکن برطانیہ اور امریکہ یہی کہتے ہیں سو ان کے کہنے پر یقین کرنا ہماری مجبوری ہے۔ دنیا کے کسی خطے میں کسی بھی طرح کا زلزلہ آئے اس کا مرکز پاکستان ہی قرار پاتا ہے اور ہم دنیا کو مطمئن کرنے اور دہشت گردی کے خلاف جنگ سے اپنی قلبی وروحانی وابستگی ثابت کرنے کے لیے دینی مدارس پر چڑھ دوڑتے ہیں۔ چور نہ ہونے کے باوجود تنکا نکالنے کے لیے اپنی داڑھی کھجانے والے کو بھی چور سمجھ بیٹھتے ہیں۔ اگر ہم شروع میں ہی واضح کر دیتے کہ ہمارے دینی مدارس کے بارے میں یہ تاثر درست نہیں اور انہیں دہشت گردی اور انتہا پسندی کے سرچشمے نہ سمجھا جائے تو شاید دنیا اپنی بدگمانی پر نظر ثانی کرتی لیکن جب ہم نے خود ہی ان کا دامن رنگا رنگ تہمتوں سے داغ داغ کر دیا تو دنیا نے بھی یقین کرلیا کہ پاکستان کے دینی مدارس ہی فتنے کی جڑ ہیں۔ اپنے آپ کو رضا کارانہ طور پر مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا کرنے اور بدگمانی کے سارے رشتے اپنی ذات سے جوڑنے کا تازہ ترین مظاہرہ اسلام آباد کے عین قلب میں بین الاقوامی سفارتی منطقے سے کوئی نصف کلومیٹر دور خواتین کے ایک مدرسے میں ہوا۔ ابھی سیون سیون کا شکار ہونے والی ریلوں اور بسوں کا ملبہ بھی نہیں اٹھا تھا کہ اسلام آباد پولیس نے جامعہ حفصہ پر ہلہ بول دیا۔ نماز عشا سے ذرا پہلے ہونے والے آپریشن میں زنانہ پولیس مدرسے کے باہر کھڑی رہی اور مردانہ پولیس نے اندر گھس کر آنسو گیس اور لاٹھی چارج سے سو کے لگ بھگ بچیوں کو زخمی کر دیا۔ کچھ مستقلاً ذہنی توازن کھو بیٹھیں اور درجنوں ابھی تک زیر علاج ہیں۔ بعدازاں پولیس افسران کے خلاف کارروائی تو ہوئی لیکن یہ معاملہ ہنوز تحقیق طلب ہے کہ اس اچھوتے خیال کی کونپل کس کی شاخ فکر پر پھوٹی اور کس نے اس طرح کے بے رحمانہ آپریشن کا حکم جاری کیا۔ پھر ملک بھر کے دینی مدارس پر چھاپے پڑنے لگے۔ سینکڑوں افراد کو گرفتار کرلیا گیا۔ کئی مدیران جرائد اور صحافی بھی دھر لیے گئے۔ ساتھ ہی حکومت کی طرف سے مدارس کو نکیل ڈالنے کے بیانات جاری ہونے لگے۔ اُن کے لیے چندہ مانگنا بھی جرم ٹھہرا۔ اُن پر ایک مخصوص نصاب پڑھانے کے لیے دباؤ بڑھایا جانے لگا اور تازہ ترین حکم یہ صادر ہوا کہ جو مدرسہ ۳۱ دسمبر تک رجسٹریشن نہیں کرائے گا، اُسے بند کر دیا جائے گا۔ رجسٹریشن کے معنی صرف باضابطہ اندراج نہیں، اس سے مراد نصاب، طریق امتحان، پرچہ ہائے سوالات، طلبہ کے داخلے، اساتذہ کی بھرتی اور دیگر معاملات کے حوالے سے تمام حکومتی شرائط کے سامنے سپر انداز ہونا اور اس د

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تشخص سے دستبرداری ہے جو چودہ صدیوں سے ان درس گاہوں کا امتیاز و افتخار رہا ہے۔حکومت اس معاملے کو انتہائی سطحی حکمت عملی اور جابرانہ اقدامات کے ذریعے الجھائے چلی جارہی ہے اور اسے اس امر کا اندازہ نہیں ہو رہا کہ وہ کہاں کہاں اور کس کس شعبہ زندگی میں بے کلی کے بیج بو رہی ہے۔

پاکستان کا شمار دنیا کے اُن گنے چنے کم نصیب ملکوں میں ہوتا ہے جہاں تعلیم کا عمل زبردست زبوں حالی کا شکار ہے۔ صدر پرویز مشرف نے قوم کے نام اپنے خطاب میں تعلیم، صحت اور پینے کے پانی جیسے شعبوں کا خصوصی تذکرہ کیا ہے اور یہ خواہش بھی ظاہر کی ہے کہ پاکستان کو عالم اسلام کی امامت کا فریضہ سرانجام دینا چاہیے لیکن ہماری تعلیمی حالت بیشتر اسلامی ممالک اور جنوبی ایشیا کے تقریباً سبھی ممالک سے کہیں زیادہ ناگفتہ بہ ہے۔ہم آج بھی اپنی مجموعی قومی آمدنی کا دو فیصد سے بھی کم تعلیم پر خرچ کر رہے ہیں۔خواندگی کی تعریف میں خاصی نرمی کے بعد بھی ہماری نصف سے زیادہ آبادی ناخواندہ ہے۔گزشتہ روز ہی اسلام آباد میں منعقدہ ایک سیمینار میں یونیسکو کے اعداد و شمار کا حوالہ دے کر بتایا گیا کہ خواندگی کی شرح میں بتدریج اضافے کے باوجود آج پاکستان میں ان پڑھ افراد کی تعداد ۱۹۴۷ء سے زیادہ ہے۔ ہمارے ہاں صرف دینی مدارس ہی ''مین اسٹریم'' سے خارج نہیں اور بھی کئی تماشے ہو رہے ہیں۔تعلیمی نظام شدید اور مکروہ نوعیت کی طبقاتی تقسیم کا شکار ہے۔کوئی مذہب اور روشن خیال ملک اس کی اجازت نہیں دیتا لیکن ہمارے ہاں بہ یک وقت تعلیم کے کئی دھارے بہہ رہے ہیں۔مفلوک الحالوں کے لیے الگ، غریبوں کے لیے الگ، زیریں متوسط طبقے کے لیے الگ، اُمرا کے لیے الگ، رؤسا کے لیے الگ اور منہ میں سونے کا چمچہ لے کر پیدا ہونے والوں کے لیے الگ۔ ایسا نہ صرف اسلام کی روح کے منافی بلکہ آئینی تقاضوں سے بھی متصادم ہے لیکن کوئی پوچھنے والا نہیں۔آج بھی گلی گلی، محلے محلے او لیول اور اے لیول کرانے والے ادارے کھلے ہیں اور دھڑلے سے برطانوی یونی ورسٹیوں کا تیار کردہ نصاب پڑھا جارہا ہے جس کا پاکستان کی نظریاتی فکر اور تہذیبی اقدار سے کوئی واسطہ نہیں۔دینی مدارس کے چندے بند کرنے والے ان سے نہیں پوچھتے کہ تم کروڑوں کی گرانٹ کہاں سے وصول کرتے اور ہمارے بچوں کی کیسی ''برین واشنگ'' کر رہے ہو؟ بھارت نے جہاں آزادی کے فوراً بعد جاگیرداری کا خاتمہ کر دیا تھا وہاں آج سے چالیس سال پہلے او اور اے لیول جیسے سامراجی امتیازی نظام کا بھی خاتمہ کر دیا گیا۔ڈاکٹر مہاتیر محمد نے دورہ پاکستان کے دوران بتایا تھا کہ وہ قومی آمدنی کا ایک چوتھائی حصہ تعلیم پر خرچ کرتے رہے۔ملائیشیا میں صرف ایک ہی نظام، ایک ہی نصاب اور ایک ہی طریقہ امتحان رائج ہے مخصوص شعبوں کے سوا، اہل ثروت اپنے بچوں کو تعلیم کے لیے باہر نہیں بھیج سکتے۔غیر ملکی سفارتخانوں کو اپنے اسکول کھولنے کی اجازت ہے لیکن مقامی باشندے اپنے بچے وہاں داخل نہیں کرا سکتے۔

ہمارے ہاں تعلیمی اصلاحات مداری کے تماشے جیسی ہوتی ہیں۔گزشتہ ہفتے وزیر تعلیم جاوید اشرف قاضی نے تعلیمی نظام میں انقلاب بپا کرنے کے لیے یہ معرکۃ الآرا اعلان جاری کیا کہ اب نویں اور دسویں جماعت کے امتحان الگ الگ نہیں ہوا کریں گے۔اب کہا گیا ہے کہ ہر صوبے میں دس ماڈل انگلش میڈیم اسکول کھلیں گے۔پہلی سے انگریزی لازمی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوگی۔ تمام اسکولوں میں ریاضی اور سائنس کا طریق تدریس انگریزی ہوگا۔ فنی تعلیم دی جائے گی، گویا چھ متضاد متصادم تعلیمی دھارے بدستور بہتے رہیں گے اور ان میں سے چھوٹی چھوٹی نہریں نکلتی رہیں گی اور طبقاتی تقسیم کی دیواری اونچی ہوتی رہیں گی۔ ملک بھر میں ہر سطح کے سرکاری اسکولوں کی تعداد دو لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ اب اگر چار صوبوں میں چالیس ماڈل اسکولوں کے چار ہزار بچوں کو بہتر تعلیم مل بھی گئی تو چالیس کم دو لاکھ اسکولوں میں زیر تعلیم دو کروڑ بچے تو پہلے ہی کی طرح رُلتے اور عالی مرتبت گھرانوں کے نالائق بچوں کی چاکری کرتے رہیں گے۔

تعلیم کا پورا نظام کھوکھلا ہو چکا ہے۔ یہ ایک بڑا آپریشن مانگتا ہے لیکن ہماری اصلاحات کا تازیانہ صرف دینی مدارس کی پشت پر برس رہا ہے۔ یہ اصل مسئلے سے چشم پوشی اور خود فریبی کے سوا کچھ نہیں۔ نائن الیون کے مفروضہ ملزموں سے لے کر اسامہ بن لادن اور ایمن الظواہری سے لے کر ابو مصعب زرقاوی تک کوئی دینی مدرسے کا فیض یافتہ نہیں، سب نے اعلیٰ یونی ورسٹیوں سے ڈاکٹری یا انجینیرنگ کی تعلیم حاصل کی۔ ملا محمد عمر کا تعلق دینی مدارس سے رہا، لیکن امریکہ اور برطانیہ بھی اس مردِ حر کی ذات سے دہشت گردی کا کوئی واقعہ منسوب نہیں کر سکے۔ سب کو خبر ہے کہ دہشت گردی کا سرچشمہ کہاں ہے، نفرتوں کے دھارے کہاں سے پھوٹ رہے ہیں اور اشتعال کی آگ کون بھڑکا رہا ہے۔ دینی مدارس کے خلاف یلغار خوف کے اسی آسیب کا کرشمہ ہے جس نے نائن الیون کی تیرہ بخت رات سے ہمیں دبوچ رکھا ہے۔ اتحادِ تنظیمات مدارس دینیہ کے رہنماؤں کا رویہ بے حد مفاہمانہ اور مصالحانہ ہے۔ ان کے مطالبات بھی جائز اور مبنی بر حق ہیں لیکن یوں محسوس ہوتا ہے جیسے بارگاہ اقتدار میں بیٹھے کچھ روشن خیال عناصر، صدر مشرف اور پاکستان کے لیے مسائل پیدا کر رہے ہیں۔ ان کے ان گھڑ اور بے ڈھب بیانات دنیا کے مغالطوں کو درست ثابت کر رہے ہیں۔ اگر ان لوگوں کی نیت ٹھیک ہے تو یہ تعلیم کی ہمہ پہلو خستہ حالی کا مداوا کرنے کی کوئی تدبیر کریں اور جب تک وہ ایسا نہیں کر پاتے، اندھی روشن خیالی کے جنوں میں مٹی کے ان دیوں کی ٹمٹماتی لو سے نہ کھیلیں، جو کسی کا کچھ نہیں بگاڑ رہی۔

پاکستان کے ۱۳ ہزار سے زائد دینی مدارس میں زیر تعلیم ۱۵ لاکھ سے زائد طلبا میں، غیر ملکی طلبہ کی تعداد ۱۴ سو بتائی جاتی ہے۔ ان غیر ملکی طلبہ میں سے بیشتر کا تعلق شام، عراق، ایران، کویت، ملائیشیا، افغانستان، مصر، ترکمانستان، تونس، تھائی لینڈ اور بعض مغربی ممالک سے ہے۔ ۲۸ مارچ ۲۰۰۲ء کو کیے گئے ایک بڑے آپریشن میں ایف بی آئی اور مقامی ایجنسیوں نے پچاس کے لگ بھگ غیر ملکی طلبہ کو گرفتار کر لیا۔ اس سے خوف وہراس کی ایسی فضا پیدا ہوئی کہ بہت سے طلبہ اپنی تعلیم ادھوری چھوڑ کر اپنے ملکوں کو چلے گئے۔ اس کے بعد پاکستان کا رُخ کرنے والے طلبا کا سلسلہ بڑی حد تک رُک گیا اور وہ بھارت کے دینی مدارس کو ترجیح دینے لگے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ یہ بچے آسودہ حال گھرانوں سے آئے تھے جو نہ صرف اپنا سارا خرچہ خود برداشت کرتے بلکہ اپنے نادار رفقائے مدرسہ کی کفالت بھی کرتے تھے اپنے ملکوں کو واپس نہ جانے والے طلبا کا خیال تھا کہ سال دو سال بعد موسم بدل جائے گا۔ ان میں خاصی بڑی تعداد اُن وسط ایشیائی ریاستوں سے آئی تھی جہاں نہ مسجدیں بے اذان ہیں اور جہاں گھروں کے دیوار و در تلاوت کلام پاک کی نورانی گونج کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ترس گئے ہیں۔ پاکستان بدری کی خبر سُن کر قرآن حکیم حفظ کرتے ان معصوم بچوں کے آنسو تھمنے میں نہیں آ رہے۔ ان کے ننھے منے دماغ یہ سمجھنے سے بھی قاصر ہیں کہ دنیا کو اُن سے کیا خطرہ ہے اور انہیں ''دہشت گرد'' کیوں سمجھا جا رہا ہے۔
۱۴ سو غیر ملکی طلبہ میں سے ۹۵ فیصد کے پاس اپنی حکومتوں یا پاکستان میں موجود اپنے سفارتخانوں کے باقاعدہ اجازت نامے موجود ہیں وہ باضابطہ ویزا حاصل کر کے آئے ہیں۔ غیر ملکی طلبہ میں تین ہزار کے لگ بھگ افغان طلبہ کو شمار نہیں کیا جا رہا۔ شاید اس لیے کہ امریکہ اور کرزئی انہیں پاکستان ہی میں رکھنا چاہتے ہیں۔ عجیب منطق ہے کہ ملائیشیا، تونس اور فرانس سے آنے والا طالب علم ان مدارس کے سبب ''دہشت گرد'' بن جائے گا لیکن افغان طالب علم ان ''اثراتِ بد'' سے محفوظ رہے گا۔ قیام پاکستان کے وقت مغربی پاکستان میں دینی مدارس کی تعداد صرف ۱۴۷ تھی۔ ۱۹۷۷ء میں جب صدر ضیاالحق نے اقتدار سنبھالا تو یہ تعداد ۸۹۳ تک پہنچ چکی تھی۔ ان مدارس کی سندات کو سرکاری ملازمتوں کے لیے تسلیم کرنے، جہادِ افغانستان اور عمومی اسلامی فضا کے سبب ۱۹۸۰ء کی دہائی میں ان مدارس کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہوا۔ نائن الیون کے بعد نظریاتی تشخص کے تحفظ کا نیا ولولہ پیدا ہوا اور آسودہ حال، جدید سوچ کے حامل خاندانوں کے بچے بھی ادھر کا رُخ کرنے لگے۔ گزشتہ چار برسوں میں کم و بیش تین ہزار نئے مدارس قائم ہوئے اور پہلے سے قائم مدارس میں زیر تعلیم بچوں کی تعداد بھی خاصی بڑھ گئی۔ بیرون ملک رہنے والے پاکستانیوں کے بچے بھی دینی تعلیم کے لیے پاکستان آنے لگے۔ اس دوران حکومت نے ان مدارس کو آزادانہ ماحول میں پھلنے پھولنے دیا، لیکن خود ان ۱۳ ہزار مدارس کو اتنی مدد بھی نہ دی جتنی وہ لاہور کے ایک عزت مآب کالج کو دیتی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق دینی مدارس کا سالانہ بجٹ بارہ ارب روپے ہے اور یہ سب انصار مدینہ کی روایتوں کے امین پاکستانی پورا کرتے ہیں۔

یہ تاثر قطعی طور پر درست نہیں کہ دینی مدارس انتہا پسندی اور دہشت گردی کو ہوا دے رہے ہیں۔ یہ ہوا واشنگٹن اور لندن جیسے منطقوں سے آ رہی ہے۔ مسلمانوں پر منظم اور مسلسل مظالم نے ردعمل کی فضا پیدا کی ہے اور اس ردعمل کا ایک حصہ مذہب کے ساتھ گہری وابستگی کی صورت میں ڈھل رہا ہے۔ امریکہ کے طرز عمل کے بارے میں جدید تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کی سوچ دینی مدارس کے طلبہ کی سوچ سے بھی زیادہ متشددانہ ہے۔ جہاد کے بارے میں بھی دینی اور عمومی مدارس کی سوچ میں زیادہ فرق نہیں ۲۰۰۴ء میں Himal South Asia کے ایک سروے میں سوال پوچھا گیا کہ ''کیا کشمیر کے لیے جہادی گروپس کی مدد کی جانی چاہیے؟'' تو دینی مدارس کے 52.82 فیصد طلبہ نے اثبات میں جواب دیا جب کہ کیڈٹ کالجوں اور پبلک اسکول کے 53.8 فیصد بچوں کا جواب ہاں میں تھا۔ لہٰذا یہ سوچ محض تخیل آفرینی ہے کہ دینی مدارس ''انتہا پسندی اور دہشت گردی'' کے گڑھ ہیں۔

نائن الیون کو ۳ سال ۱۱ ماہ ہو چکے ہیں لیکن ۱۳ ہزار مدارس میں سے کسی ایک میں بھی کوئی عسکری تربیت گاہ، کوئی ایٹمی ری ایکٹر، بھاری پانی کا کوئی مٹکا، کوئی بارود خانہ، اسلحہ ڈھالنے کی کوئی بھٹی، تلواریں تیز کرنے کی کوئی سان، جنگی گھوڑوں کا کوئی اصطبل اور جنگجوؤں کا کوئی جتھا برآمد نہیں ہوا۔ ۷۰ ہزار اساتذہ اور ۱۵ لاکھ طلبا میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں ملا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جس کی گردن میں دہشت گردی کا طوق ڈالا جاسکے۔ حقیقت یہ ہے کہ دینی مدارس کے فارغ التحصیل افراد کا شمار معاشرے کے اصحاب خیر میں ہوتا ہے۔ آج پاکستان کے جیل خانوں میں سزا بھگتنے والے افراد کا سروے کیجیے کہ ان میں بند جیب کتروں، اٹھائی گیروں، راہزنوں، چوروں، ڈاکوؤں، لٹیروں، قاتلوں، شرابیوں، زانیوں اور جرائم پیشہ قیدیوں میں سے کتنے ایسے ہیں جن کا تعلق عمومی تعلیمی اداروں سے رہا اور کتنے ایسے ہیں جنھوں نے دینی مدارس سے کسب فیض کیا۔ جوئے کے اڈے اور شراب کی بھٹیاں چلانے والوں میں سے کتنے دینی مدارس کے فارغ التحصیل ہیں؟ انسانی اسمگلنگ اور عصمت فروشی کے دھندے کون چلا رہا ہے؟ گینگ ریپ، اغوا برائے تاوان، منشیات فروشوں، قبضہ گروپوں لینڈ مافیا، کرپشن، لوٹ مار اور غنڈہ گردی کا ارتکاب کرنے والے سیاہ کاروں میں سے کتنے یونی ورسٹیوں اور کالجوں سے فارغ التحصیل ہیں اور کتنے جامعہ اشرفیہ، بنوری ٹاؤن، اکوڑہ خٹک اور خیر المدارس کے فیض یافتہ ہیں؟ ماضی میں کئی عالی مرتبت تعلیمی اداروں کے طلبہ گینگ ریپ، ڈکیتیوں اور قتل جیسی وارداتوں میں ملوث پائے گئے، طلبا کے گروہوں میں مسلح تصادم معمول کی بات ہے۔ کسی دینی مدرسے کا نام لیں جس کے بچے اس نوع کی سرگرمیوں یا باہمی قتل وغارت گری میں ملوث پائے گئے ہوں۔ اگر یہ مدارس واقعی زہر پھیلا رہے ہیں تو انہیں بلڈوز کر دیجیے اور اگر ایسا نہیں (اور یقیناً ایسا نہیں) تو پھر غیر ملکی طلبہ پر پابندی کیوں؟ کیا عمومی تعلیمی اداروں پر بھی یہ پابندی لگائی جائے گی؟ کیا اب ہمارے طلبا باہر نہیں جائیں گے؟ کیا دوست ممالک کے کیڈٹس ہماری اکیڈمیوں میں نہیں آئیں گے؟ اگر یہ سب کچھ بدستور جاری رہے گا تو پھر دینی مدارس ہی کو کیوں نشانہ بنایا جا رہا ہے جہاں غیر ملکی طلبا کی تعداد آٹے میں نمک سے بھی کم ہے۔

شاید یہ اندازہ لگانے کی فرصت کسی کے پاس نہیں کہ کس طرح پاکستان کے بال و پر نوچے جا رہے ہیں۔ کس طرح اس کو تنہا کیا جا رہا ہے۔ کس طرح اسے مسلم برادری سے کاٹا جا رہا ہے۔ کس طرح اس کا امتیازی تشخص مجروح کیا جا رہا ہے۔ اب قرآن وحدیث اور تفسیر وفقہ کی تعلیم لینے والے، نگر نگر کے طلبہ، بھارت کا رُخ کریں گے اور حصولِ علم کے بعد وہ اپنے ملکوں میں واپس جا کر بھارت کے سفیر بنیں گے۔ اہل وطن کو اس سوال نے بھی پریشان کر رکھا ہے کہ ان دینی اداروں کا نظم ونسق اور متعلقہ امور کی نگہبانی کس وزارت پر ہے۔ کبھی وزیر تعلیم جاوید اشرف قاضی طبع آزمائی کرتے ہیں۔ کبھی وزیر داخلہ شیر پاؤ چنگاریوں کو ہوا دیتے ہیں۔ کبھی وزیر مذہبی امور محمد اعجاز الحق شعلوں پر پانی ڈالتے دکھائی دیتے ہیں۔ کبھی وزیر اعظم متحرک ہو جاتے ہیں۔ کبھی چودھری شجاعت حسین بیچ بچاؤ کرانے لگتے ہیں۔ کبھی یوں لگتا ہے جیسے معاملہ صدر مشرف نے خود اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور کبھی تو یہ گماں گزرتا ہے کہ حرف آخر وائٹ ہاؤس اور ٹین ڈاؤننگ اسٹریٹ سے پھوٹتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ کوئی سنجیدہ اور فہمیدہ پالیسی مرتب نہیں ہو پا رہی۔ کابینہ بھی تقسیم لگتی ہے ایک دھڑ ''ہرچہ باد آباد'' کہہ کر مدرسوں کو بلڈوز کر دینا چاہتا ہے۔ دوسرا دھڑ محاذ آرائی سے گریز کرتے ہوئے افہام وتفہیم پر زور دے رہا ہے۔ دینی مدارس تو سخت جان مٹی سے بنے ہیں۔ منہ زور آندھیاں چودہ سو سال سے اُن کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں البتہ مجھے دھڑکا سا لگا ہے کہ اس معرکے میں برادرم اعجاز الحق کے منصب وزارت کا خون نہ ہو جائے۔ ☆☆

© rasailojaraid.com